حضرت صالح علیہ السلام

"صالح ہماری قوم کی آنکھ کا تارا ہے۔اس کی سنجیدگی و متانت،اس کی سیرت و کردار اور عادات و اخلاق ہم سب کے لئے نمونہ ہیں۔اس کے فہم و فراست سے پوری قوم مستفید ہوگی اور اس کی تدبیر و تدبر سے ہم دوسری قوموں سے بڑھ جائیں گے۔یہ آگے چل کر ہماری قومی زندگی کا نایاب ہیرا بنے گا۔ہمیں اس سے بڑی توقعات اور امیدیں وابستہ ہیں"۔ یہ جذبات و احساسات تھے حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں ان کی قوم کے بڑے بوڑھوں کے۔﴿ قَالُواْ يَٰصَٰلِحُ قَدۡ كُنتَ فِينَا مَرۡجُوّٗا قَبۡلَ هَٰذَآ ﴾ (هود: ٦٢) یترجمہ:انھوں نے کہا:اے صالح!اس سے پہلے تو ہمارے درمیان ایسا شخص تھا جس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔

یہ تصویر کا ایک رخ تھا۔دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے لئے نبی بنادیا اور وہ انھیں شرک و بت پرستی اور شر و فساد کے خلاف توحید اور تقویٰ کی دعوت دینے لگے تو صالح علیہ السلام کے بارے میں یک لخت ان کا رویہ بدل گیا اور کہنے لگے کہ صالح دیوانہ اور گمراہ ہوگیا ہے۔اس کی بہکی بہکی باتوں کا ہرگز یقین نہیں کریں گے۔﴿ قَالُوٓاْ إِنَّمَآ أَنتَ مِنَ ٱلۡمُسَحَّرِينَ ﴾ (الشعراء: ١٥٣) ترجمہ:انھوں نے جواب دیا؛تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے۔

حضرت صالح کی قوم، قوم ثمود کہلاتی ہے۔یہ وہ لوگ تھے جن کے آباءواجداد حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور عذاب سے بچالئے گئے تھے۔اسی وجہ سے انہیں عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں۔یہ بھی خالص قدیم عربی قوم تھی۔ان کا وطن تبوک اور حجاز کے درمیان مقام حجر تھا جسے مدائن صالح کہا جاتا ہے۔اہل عرب ان سے خوب واقف تھے۔غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ اس مقام سے گزرے تھے اور اس کنوئیں سے پانی بھی لیا تھا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور دوسرے کنوؤں سے پانی پینے سے آپ نے منع بھی کردیا تھا۔ جب صحابہ ان آثار کو دیکھنے کے لئے آس پاس کے علاقوں میں گھومنے لگے تو آپ ﷺ نے سب کو جمع کیا اور نصیحت فرمائی کہ یہ عذاب یافتہ لوگوں کا مقام ہے،یہ گھومنے پھرنے کی جگہ نہیں ہے۔یہاں سے عبرت حاصل کرو۔یہ رونے کا مقام ہے

جس طرح قوم عاد اونچے اونچے ستونوں والی عمارتیں بنانے میں مشہور تھی اسی طرح قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بنانے میں بے مثل فنکاری میں ماہر تھے۔اجنتا،ایلورا کے غاروں کی طرح یہ لوگ بھی پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے۔ جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ میدانی علاقوں مین بھی محلات تعمیر کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے

انہیں جن نعمتوں سے سر فراز فرمایا تھا اس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہوا ہے: ﴿ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾ ﴾ (الشعراء: ١٤٢ - ١٤٩) ترجمہ: یاد کرو جب کہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں، لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم ان سب چیزوں کے درمیان، جو یہاں ہیں، بس یوں ہی اطمینان سے رہنے دئے جاؤ گے؟ ان باغوں ان چشموں میں؟ ان کھیتوں اور ان نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں؟ تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ ان میں عمارتیں بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اطاعت کرتے، اسی کا شکر بجالاتے۔ لیکن برا ہو شیطان لعین کا۔ اس نے انہیں آباء پرستی اور معبودان باطلہ کے دام میں گرفتار کرادیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کے نتیجے میں وہ اپنی بت پرستی اور شرک کی روش میں پختہ ہو گئے۔ رفاہیت اور فارغ البالی کے نتیجے میں یہ دنیاوی زندگی کے ایسے گرویدہ ہو گئے کہ آخرت کی جوابدہی اور باز پرس سے یکسر غافل ہو گئے۔ نتیجے میں پوری معاشرتی زندگی لہو لعب، فسق و فجور، ظلم و عدوان اور ناانصافی سے بھر گئی۔ اب ان کے سینوں میں دل تھے لیکن مردہ، سر پر آنکھیں تو تھیں لیکن بے نور و بے بصیرت، کان تھے پر ہوش کی باتیں سن نہ سکتے تھے۔ شکل و صورت میں تو انسان تھے لیکن اخلاق و سیرت کے اعتبار سے حیوانوں سے بھی بدتر۔

حضرت صالح کی دعوت حق: ایسے میں حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی۔ انہیں بتایا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ نعمتیں تو اللہ تعالیٰ دے لیکن تم اس کی حمد و ثناء کرنے کے بجائے دوسروں کے گن گاؤ۔ ان لذتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع اللہ تعالیٰ فراہم کرے اور تم اطاعت دوسروں کی کرو۔ یہ شرک ہے۔ اس سے باز آجاؤ۔ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کو اس کی خدائی میں شریک نہ کرو۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو کہ کہیں تمہاری اسی روش کے نتیجے میں اللہ تعالی ان نعمتوں کو تم سے چھین نہ لے۔ یاد رکھو ان نعمتوں کا ایک دن حساب دینا ہو گا۔ اس لئے اللہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو۔

حضرت صالح علیہ السلام کی ان باتوں کے نتیجے میں قوم کے کچھ لوگ ایمان لائے اور حضرت صالح کے ساتھ ہو گئے۔ یہ قوم کے کمزور افراد تھے، جاہ اقتدار کے لحاظ سے بھی اور مال و دولت کے اعتبار سے بھی۔ قوم کے بڑے اور سربر آوردہ

اشخاص اعراض وانکار کی روش پر گامژن رہے۔ بلکہ ہر اعتبار سے حضرت صالح اور آپ پر ایمان لانے والوں کا مذاق اڑا تے۔ کمزور مومنین سے پوچھتے کیا سچ مچ تم لوگوں نے صالح کی باتوں پر یقین کر لیا؟ وہ جب کہتے ہاں ہمیں ان پر یقین ہے۔ ہم شرح صدر کے ساتھ مانتے ہیں تو وہ کہتے کہ ہم تو نہیں مانتے، بھلا صالح ہمارے جیسا ایک انسان ہے۔ وہ اللہ کا نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم تو اسے بچپن سے جانتے ہیں وہ پہلے ٹھیک تھا اب وہ جادو کے زیر اثر یہ سب بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ وہ جھوٹا اور خود پسند ہے۔ بڑا بننا چاہتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام مدتوں انہیں نہایت دلسوزی اور محبت سے سمجھاتے رہے۔ ان کی ہر قسم کی معاندانہ روش کے با وجود ان کو حق کی طرف بلاتے رہے تو قوم نے کہنا شروع کر دیا کہ اے صالح تم اور تمہارے پیروکار سب میں ہم نحوست محسوس کرتے ہیں۔ تم سب پوری قوم کے لئے برا شگون ہو۔ حضرت صالح نے کہا کہ یہ تمہارا برا شگون اللہ کی طرف سے ہے۔ تم سب اللہ کی طرف سے آزمائے جا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے تم سب اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ توبہ کرو ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارا انجام اچھا نہ ہو گا۔ شفقت و مہربانی کے ساتھ یہ افہام و تفہیم اور دعوت و تبلیغ اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی۔ جب کوئی دلیل اور ثبوت ان کے مقفل دماغوں کو نہ کھول سکی اور ہر قسم کی محبت و شفقت کے باوجود اپنے حقیقی خیر خواہ کو نہ پہچان سکے تو حالات کی فطری رفتار انہیں مطالبہ معجزہ تک لے آئی۔ بالآخر وہ ظاہر بین یہاں تک پہنچ گئے کہ اے صالح! اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس سچائی کی کوئی نشانی پیش کرو۔ سنت الٰہی ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی سے معجزہ کا مطالبہ کر دیتی ہے تو یہ معجزہ اس کے حق میں فیصلہ الٰہی کے ظہور کی راہ میں آخری پردہ ثابت ہوتا ہے۔ اگر قوم معجزہ کے بعد ایمان لے آتی ہے تو خیر، س ورنہ اس کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے۔

یہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ انسان کی اصل عقل و شعور اور علم و فہم والی مخلوق ہونا ہے۔ اگر عقل و فہم اور بصیرت و تدبر پر مبنی دلائل اس پر حق واضح نہ کر سکیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے مابہ الامتیاز میں انتہائی قلیل البضاعت ہے۔ رہا محسوسات کی بنیاد پر کسی چیز کا سمجھنا تو اس میں انسان اور دیگر حیوانات برابر ہیں۔ پھر انسان کی الگ مخلوق کی حیثیت سے تخلیق ہی بے معنی ہو جاتی ہے۔ حق پرستی دراصل عقل و شعور کا ایک بلند درجہ اور مرتبہ ہے۔ یہ مسجود ملائک جب اس بلند مرتبہ سے گرتا ہے تو اپنے سے کمتر مخلوقات کے سامنے سجدہ ریزی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

<u>معجزہ کا ظہور</u> : قوم ثمود نے حضرت صالح کو زچ کرنے کے لئے اپنی کم عقلی اور ابلہی کا ثبوت دیتے ہوء معجزے کا جب مطا لبہ کر دیا تو گویا ان کے اعمال کے لبالب بھرے ہوئے پیالے میں آخری قطرہ ٹپک پڑا۔ حضرت صالح نے اللہ تعالی سے دعا فرمائی کہ اے بار الہا! میری نبوت کی صداقت کے لئے میری قوم مجھ سے حسی معجزہ طلب کر رہی ہے۔ میری مدد فرما! اللہ

تعالیٰ جو قادر مطلق ہے، نے پتھر کی چٹان سے جیتی جاگتی حاملہ اونٹنی بر آمد فرمادی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِـَٔايَةٍ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَـٰذِهِۦ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ ﴾ (الشعراء: ١٥٤ - ١٥٦)

ترجمہ: تو ہم جیسے انسان کے سوا کیا ہے؟ لا کوئی نشانی اگر تو سچا ہے۔ صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے۔ ایک دن اس کے پینے کا ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا۔ اس کو ہر گز نہ چھیڑنا ورنہ ایک برے دن کا عذاب تم کو آلے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قوم کے مطالبہ پر اپنی نشانی تو عطا فرمائی لیکن اسی کے ساتھ شرط بھی لگادی کہ یہ ایک دن پانی پئے گی اور دوسرے دن لوگ کنوئیں سے پانی پئیں گے۔ تفسیروں میں موجود تفصیلات میں ہے کہ یہ اونٹنی اپنی باری پر سارا پانی پی جاتی تھی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ قوم کی چراگاہوں میں بے روک ٹوک چرتی پھرے گی۔ کوئی اسے روکے گا نہیں اور نہ ہی کوئی اسے نقصان پہنچائے گا ورنہ اللہ کا عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس معجزے کے ظہور کے بعد قوم کا ایک حصہ ایمان لے آیا لیکن اکثریت اپنے کفر پر قائم رہی۔

قوم کے نو(۹) شریر لوگ: ایک مدت تک لوگ اللہ کی اس نشانی کا خوف کے مارے احترام کرتے رہے اور شرطوں پر قائم رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان کے کفر و عناد نے سرکشی و تمرد پر اکسایا اور سازش کی شکل تیار ہونے لگی اور وہ اونٹنی کو اپنے راستے سے ہٹانے کے درپے ہو گئے۔ قرآن کریم کا بیان ہے کہ پوری قوم میں نو لوگ تھے جو فتنہ و فساد کے سرغنہ تھے۔ انہوں نے ہی اونٹنی کو مار ڈالنے کی سازش کی اور ان میں جو سب سے زیادہ بدبخت شخص تھا، اس نے اس حرکت کا ارتکاب کیا۔ ﴿ وَكَانَ فِى ٱلْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾ ﴾ (النمل: ٤٨) ترجمہ: اس شہر میں نو جتھے دار تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔ ان لوگوں نے آہستہ آہستہ ساری قوم کو اس پر تیار کر لیا کہ اونٹنی کو مار ڈالا جائے۔

انسانوں کا معاشرتی نظام ایسا ہوتا ہے کہ اس میں ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں کی رہنمائی اور قیادت کرتا ہے۔ دوسرے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ گو کہ فیصلے قیادت کرتی ہے لیکن عوام انہیں آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتی ہے۔ اس طرح گویا پوری قوم ان کے فیصلہ میں شریک ہو جاتی ہے اس لئے اس فیصلہ کو پوری قوم کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور اس کے عذاب و ثواب میں جائز طور پر سب شریک ہوتے ہیں۔

قوم ثمود کے یہ نو سرغنے ایسے ہی لوگ تھے جنہیں پوری قوم نے اپنا قائد تسلیم کر لیا تھا اور جب انہوں نے اس حرکت کے ارتکاب کا فیصلہ کیا تو انہیں پوری قوم کی تائید حاصل تھی۔ اسی وجہ سے قرآن نے ان الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے:

﴿ فَعَقَرُوا۟ ٱلنَّاقَةَ وَعَتَوْا۟ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا۟ يَٰصَٰلِحُ ٱئْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ ﴾ (الأعراف: ٧٧) ترجمہ: پھر انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور پورے تمرد کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کر گزرے، اور صالح سے کہہ دیا کہ: لے آوہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو واقعی پیغمبروں میں سے ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَىٰهَآ ﴿١١﴾ إِذِ ٱنۢبَعَثَ أَشْقَىٰهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ نَاقَةَ ٱللَّهِ وَسُقْيَٰهَا ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنۢبِهِمْ فَسَوَّىٰهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبَٰهَا ﴿١٥﴾ ﴾ (الشمس: ١١ - ١٥) ترجمہ:۔ ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا۔ جب اس قوم کا سب سے زیادہ شقی آدمی بپھر کر اٹھا تو اللہ کے رسول نے ان لوگوں سے کہا کہ خبردار، اللہ کی اونٹنی کو (ہاتھ نہ لگانا) اور اس کے پانی پینے میں (مانع نہ ہونا) مگر انھوں نے اس کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ آخر کار ان کے گناہ کی پاداش میں ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی۔

اونٹنی کا قتل اور اللہ کا عذاب: بالآخر قوم ثمود نے اللہ کی نشانی اونٹنی کو طے کی گئی شرائط کے برخلاف قتل کر ڈالا۔ چونکہ اسی اونٹنی کی زندگی سے ان کی زندگی معلق تھی۔ اس لئے اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔ حضرت صالح نے اس حادثہ کے بعد انہیں اللہ کا فیصلہ سنایا کہ تین دن کی مہلت تمہیں مل رہی ہے اس کے بعد تم سب اللہ کے عذاب کی نذر ہو جاؤ گے۔ ﴿ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا۟ فِى دَارِكُمْ ثَلَٰثَةَ أَيَّامٍ ﴿٦٥﴾ ﴾ (هود: ٦٥) ترجمہ: مگر انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس پر صالح نے ان کو خبردار کر دیا کہ بس اب تین دن اپنے گھروں میں اور رہ بس لو۔

اللہ کے ان نافرمانوں نے صرف اونٹنی کے قتل پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی بدبختی نے انہیں اس پر بھی آمادہ کر دیا کہ وقت کے نبی کو بھی شہید کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ قرآن کے الفاظ میں: ﴿ قَالُوا۟ تَقَاسَمُوا۟ بِٱللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُۥ وَأَهْلَهُۥ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِۦ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِۦ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ﴿٤٩﴾ ﴾ (النمل: ٤٩) ترجمہ: انہوں نے آپس میں کہا خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

منصوبہ یہ تھا کہ صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو قتل کر دیا جائے اور پھر مکر جائیں کہ ہم تو وہاں گئے بھی نہ تھے۔ وہ اپنا منصوبہ بنا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا منصوبہ کچھ اور تھا۔ وقت مقررہ کے ختم ہوتے ہی ایک چیخ بلند ہوئی اور سب کے سب بے جان لاشوں میں تبدیل ہو گئے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں: ﴿ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾

(الحجر: ۸۳) ترجمہ: آخر کار ایک زبردست دھماکے نے ان کو صبح ہوتے آلیا۔ دوسری جگہ یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔﴿ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ صَيۡحَةً وَٰحِدَةً فَكَانُواْ كَهَشِيمِ ٱلۡمُحۡتَظِرِ ﴿٣١﴾ ﴾ (القمر: ۳۱) ترجمہ: ہم نے ان پر بس ایک ہی دھماکہ چھوڑا اور وہ باڑے والے کی روندی ہوئی باڑھ کی طرح بھس ہو کر رہ گئے۔

قوم ثمود کے آثار دیکھنے سے لگتا ہے کہ زبردست زلزلہ آیا اور اسی کی آواز سے یہ اپنے گھروں میں بیٹھے بٹھائے ہلاک ہو گئے۔ ان پہاڑوں کو جن میں ان کے گھر تھے وہ کھیل کھیل دکھائی دیتے ہیں جیسے انہیں کسی نے قاش قاش کر دیا ہو۔ بہر حال ایک کڑک، گرج یا زور کی آواز نے انہیں آدبوچا اور یہ ایک لمحے میں ختم کر دیئے گئے۔ قرآن نے ان کی تصویر یوں کھینچی ہے کہ ان بستیوں کو دیکھو تو لگتا ہی نہیں کہ یہاں بھی کبھی آبادی رہی ہو گی۔ ہر طرف ویرانی اور سناٹے کا راج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت صالح اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا۔ اس طرح قوم ثمود صفحہ ہستی سے مٹا دی گئی۔

حقائق و معارف:

* سابقہ اقوام کے انجام سے جو عبرت نہیں پکڑتے وہ خود سامان عبرت بن جاتے ہیں۔
* قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے انجینیری کے فن میں کمال عطا کیا تھا اور اسی کے ساتھ انہیں بہترین نعمتوں سے نوازا تھا لیکن انہوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور اللہ کا انکار کر بیٹھے۔
* اللہ کا نبی قوم میں اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہوتی ہے۔
* اللہ نے طے کر رکھا ہے کہ وہ اور اس کا نبی ہی غالب ہوں گے۔ جو ان سے ٹکراتا ہے وہ بالآخر ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔
* اگر کوئی فرد یا گروہ غلطی کرتا ہے اور پوری قوم اس پر خاموش رہتی ہے تو وہ بھی ان کے جرم میں برابر کی شریک سمجھی جاتی ہے۔
* اللہ تعالیٰ نے معذب قوموں کے جو آثار محفوظ رکھے ہیں وہ سیر و تفریح کی جگہ نہیں بلکہ عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر انسان کو اپنے انجام کے بارے میں فکر مند ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔
* اللہ کے دین کا داعی سخت سے سخت حالات میں بھی ہراساں اور مایوس نہیں ہوتا۔ اس کی طاقت کا سرچشمہ قادر مطلق اللہ کی ذات ہوتی ہے۔